

17-12-2018

سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی

نوّرَاللّٰہُ مَرقدھُم

470ھ تا 561ھ

مفتی منیب الرحمٰن

شمالی فارس میں بُحیرۂ کیسپین کے جنوبی ساحل پر گیلان نامی قصبے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ اپنے والدِ کریم ابوصالح موسیٰ جنگی دوست کی طرف سے حَسنی اور والدۂ ماجدہ اُمُّ الخیر اَمَۃُ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی کی طرف سے حسینی، یعنی نَجیبُ الطَّرَفَین سید ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ روایتی انداز سے ہٹ کر ایک مُصلحِ اعظم کی حیثیت سے آپ کی عظیم شخصیت کا تعارف آپ کے شِعارِ زندگی اور تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ تقریباً اٹھارہ سال کی عمر میں آپ کی والدۂ ماجدہ نے حصولِ علم کے لیے آپ کو خود سے جدا کیا، طویل اور صبر آزما سفر کر کے آپ اُس عہد کے عظیم علمی مرکز بغداد تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنے شیخ ابوسعید مُخَرِّمی کے مدرسے میں تمام دینی علوم کی تکمیل کی اور پھر اُسی مرکزِ علمی میں اپنے شیخ کے جانشین مقرر ہوئے۔ تقریباً تینتیس سال آپ نے حصولِ علم، درس وتدریس اور افتاء میں صَرف کیے۔ آپ نے خود اپنے معروف قصیدے میں بتایا کہ رفعتوں کی منزل کا پہلا زینہ علم ہے، آپ فرماتے ہیں:

''میں نے علم حاصل کیا یہاں تک کہ میں قطبیت کے مرتبے پر فائز ہوا، میں نے استاذ الاساتذہ اور شیخ کامل کے حضور حاضر ہو کر سعادت کی منزلوں کو پایا۔ صائم الدہر اور قائم اللیل ہونے کی وجہ سے ان مردانِ باکمال کے چہرے موتیوں کی طرح چمکتے تھے۔ ہر ولی کسی نہ کسی مُقتدا کے نقشِ قدم پر گامزن رہتا ہے اور میں بدرُ الکمال یعنی سید المرسلین ﷺ کے نقشِ قدم پر ہوں''۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نوّرَ اللہ مَرقدَھُم کے نزدیک دینی رفعتوں کے سارے راستے علم اور مردانِ باکمال کی صحبت سے ہوتے ہوئے گزرتے ہیں اور وہ پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے نقوشِ قدم پر گامزن رہے۔ اِسی شعار نے انہیں امام الاولیاء، قُدوۃُ الاصفیاء، محبوب سبحانی اور غوث صمدانی بنا دیا۔ آپ نبی کریم ﷺ کے خُلقِ عظیم کا مظہر تھے، آپ کی کرامات بے شمار ہیں جو آپ کی سوانح کی کتابوں میں مذکور اور زبانِ زدِ عام ہیں، ہمارے واعظین کے خطابات کا مرکزی موضوع بھی یہی کرامات ہیں، کیونکہ ان کے بیان کے ساتھ ان کا روزگار وابستہ ہے، جس طرح معجزہ نبی کی پہچان ہوتا ہے، اِسی طرح ایک لحاظ سے کرامت ولی کی پہچان ہے، لیکن عزیمت واستقامت کی جن منزلوں سے گزر کر ولی صاحبِ کرامت بنتا ہے، وہی ہمارے لیے رول ماڈل اور نمونۂ عمل ہیں۔ اکابرِ امت نے آپ کی سیرت کے ان پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔

شیخ حَرادہ فرماتے ہیں: ''میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق، اُولوالعزم، کریم النفس، رقیق القلب اور محبت

وتعلقات کا پاس رکھنے والا نہیں دیکھا۔ آپ جلیل القدر، عالی مرتبت اور وسیع العلم ہونے کے باوجود اپنے چھوٹوں پر شفقت اور بزرگوں کی توقیر فرماتے، ہر ایک سے سلام میں پہل کرتے، معاشرے کے دھتکارے ہوئے لوگوں کو اپنی ہم نشینی کا شرف بخشتے اور فقراء کے ساتھ تواضع اور انکسار سے پیش آتے۔ آپ نہ کسی صاحب جاہ ومنصب کی تعظیم کے لیے قیام فرماتے اور نہ کسی وزیر اور بادشاہ کے آستانے پر حاضری دیتے''، امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف البرزالی لکھتے ہیں:

''آپ مستجاب الدعوات تھے، ہمیشہ اللہ کے ذکر وفکر میں مشغول رہتے اور کثرت ذکر سے آپ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔ آپ انتہائی رقیق القلب، شگفتہ رو، کریم النفس، فراخ دست، ذی علم، بلند اخلاق اور عالی نسب تھے۔ عبادات اور مجاہدے میں آپ سب سے رفیع الشان تھے اور آپ کا نورانی چہرہ ہمیشہ بشاش اور تبسّم آمیز نظر آتا''، اُس عہد کے مفتی عراق محمد بن حامد البغدادی لکھتے ہیں:

''آپ فحش باتوں سے کوسوں دور تھے، اپنی ذات کے معاملے میں نہ آپ کو کبھی کسی پر غصہ آیا اور نہ آپ نے کسی سے انتقام لیا، البتہ اگر کسی نے ایسا کام کیا ہو جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہو، تو آپ غضب ناک ہو جاتے''۔ آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کے حوالے سے کسی رُو رعایت کے قائل نہ تھے۔ ہر قسم کا شرک، خواہ شرک اکبر ہو یا شرک اصغر (ریاکاری)، اس کی مذمت فرماتے، ایک مثال سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''کل مخلوقات کو اس طرح سمجھو کہ بادشاہ نے، جس کا ملک بہت بڑا، حکم نہایت سخت اور رعب وجلال دل ہلا دینے والا ہے، ایک شخص کو گرفتار کر کے، گلے میں طوق اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر صنوبر کے درخت پر ایک ایسے دریا کے کنارے لٹکا دیا ہے، جو نہایت گہرا ہے، اُس کی موجیں زور آور، پاٹ بہت وسیع اور بہاؤ انتہائی زوردار ہے۔ وہ خود بلند مسند پر پورے جلال کے ساتھ بیٹھا ہے، اُس تک رسائی نہایت مشکل ہے، اُس کے پہلو میں تیر وپیکان، نیزہ وکمان اور ہر طرح کے اسلحے کا انبار ہے، جس کی مقدار خود بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ جو ہتھیار چاہے، اُس لٹکے ہوئے قیدی پر چلا دیتا ہے۔ تو کیا یہ منظر دیکھنے والا جسارت کر سکتا ہے کہ اپنی توجہ اُس ذی جلال بادشاہ سے ہٹا دے، اُس بادشاہ سے خوف ورجا کو ترک کر کے اُس لٹکے ہوئے قیدی سے امید باندھ لے۔ پس جو شخص ایسا کرے گا، وہ اہلِ دانش کے نزدیک نادان، حقیقت کے ادراک سے عاری، دیوانہ، چوپائے کی طرح تفکّر وتعقّل سے محروم اور مرتبۂ انسانیت سے خارج ہے۔ اللہ کی پناہ! یہ تو بینائی کے بعد اندھاپن، وصال کے بعد فراق، ارتقاء وارتفاع کے بعد تنزّل اور ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر کی طرح ہے''۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اپنا مطلوب اور محبوب بنانے کی نفی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اس جہانِ فانی کے ساتھ مومن کا تعلق صرف بقدر حاجت ہونا چاہیے: ''دولتِ دنیا ہاتھ اور جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع کرنا بھی جائز، مگر خبردار! اُسے اپنے قلب پر اس طرح مسلّط کرنا کہ اُس کی محبت دل پر حاوی ہو جائے، ہرگز جائز نہیں ہے۔ اُسے دردل پر کھڑا کرنا جائز، مگر خانہ دل میں بسانا اور سجانا ناجائز ہے اور اس میں تیرے لیے کوئی عزت نہیں ہے''۔

دنیاوی عشرتوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھنے والے دنیا پرستوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بے شک دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے، لیکن تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو''۔ مزید فرماتے ہیں: ''دنیا میں سے اپنا حصہ اس طرح مت لو کہ وہ بے نیاز بن کر بیٹھی ہے اور تم اُس کے سامنے نیاز مند بن کر کھڑے ہو، بلکہ اُس کو اس طرح برتو کہ وہ ایک بادشاہ کے دروازے پہ اپنے سر پر طباق لیے کھڑی ہے اور وہ اُس سے بے نیاز ہے۔ دنیا اُس کی خدمت گزار ہوتی ہے جو حق تبارک وتعالیٰ کے در پر عاجز بن کر کھڑا رہے، لیکن جو دنیا کے دروازے پر اُس کا طلب گار بن کر کھڑا ہو جائے، وہ اُس کو ذلیل وخوار کر دیتی ہے۔ دنیا سے بے نیاز رہ کر اور اللہ کا نیاز مند بن کر اسے



برتو"۔ انسان پر جن چیزوں کی محبت پرستش کی حد تک غالب آجاتی ہے، ان کی بابت فرماتے ہیں:

"آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنی دولت و تجارت اور اپنے شہر کے حاکم پر، الغرض ہر وہ چیز جس سے تو آس لگا کر بیٹھے، ہر وہ شخص جس سے تو خوف و رجا کا تعلق قائم کرے اور ہر وہ ذات جسے تو اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھے، وہ تیرا معبود ہے۔ اگر تجھے یقین ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے اِذن و اختیار اور حکم سے ملتی ہیں تو پھر اللہ تیرا معبود ہے اور تو اللہ کا حقیقی بندہ ہے"۔

حضرت جبائی راوی ہیں: دنیا سے بے رغبتی کی بابت آپ نے فرمایا: "میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی ریاضت و مجاہدے کے زمانے کی طرح صحراؤں اور جنگلوں میں رہوں، نہ مخلوق مجھے دیکھے اور نہ میں اُس کو دیکھوں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے، اس لیے مجھے بندوں کے درمیان رہنے کا حکم ہے۔ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہودی اور مسیحی مسلمان ہو چکے ہیں، ایک لاکھ سے زائد مجرم اور سرکش تائب ہو کر اللہ کی بندگی اختیار کر چکے ہیں، پس یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے"۔

امام احمد رضا قادری کے شیخِ طریقت حضرت سید آلِ رسول مارہروی نے فرمایا تھا:

"اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے کہ تم کیا لے کر آئے ہو، تو میں عرض کروں گا: "یا اللہ! میں احمد رضا کو لے کر آیا ہوں"، اِسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کر سکتے ہیں: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اپنے مریدین اور تلامذہ علامہ ابن قدامہ، علامہ علی بن ہیتی اور سلسلۂ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ایسی شخصیات لے کر آیا ہوں"۔ اس کو وہی سمجھ سکتے ہیں جنہیں ان اکابر کا علمی اور روحانی مقام معلوم ہو۔

سیّد المرسلین امام الانبیاء ﷺ بذاتِ خود سراپا معجزہ تھے، آپ کے نورانی بدن کا انگ انگ اور ہر بُنِ مُو معجزہ تھا، معراج النبی ﷺ سمیت آپ کے معجزات بے شمار ہیں۔ لیکن آپ کا عظیم معجزہ صحابۂ کرام کی صورت میں آپ کی تیار کی ہوئی رجالِ کار کی وہ جماعت اور افرادی قوت تھی، جنہوں نے آگے چل کر اسلام کو دنیا کی وحدانی سپر پاور بنا دیا اور اُس عہد کی دو سپر پاورز قیصر و کسریٰ اُن کے قدموں میں سرنگوں ہو گئیں اور امت پر ان کا احسان ہے کہ انہوں نے دین کو اپنی اصل صورت میں بعد والوں تک پہنچایا۔ بلاشبہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات بے شمار ہیں، لیکن ان رجالِ کار پر مشتمل انسانی اثاثہ آپ کی بہت بڑی کرامت ہے۔ آپ کی علمی و روحانی جلالت کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لیے سلاطینِ وقت قیمتی تحائف لے کر آتے تو آپ انہیں جھنجوڑتے ہوئے فرماتے:

"تم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال اور اقتدار پر قابض ہو کر ظالم اور خائن بنے ہوئے ہو، اے اللہ! ان منافقوں کو توبہ کی توفیق اور ہدایت نصیب فرما یا ان کی شوکت کو توڑ کر انہیں رسوا کر دے۔ اے اللہ! ان ظالموں کی اصلاح فرما یا ان کا قلع قمع کر دے"۔ جب سلاطینِ وقت آپ کے پاس سیم و زر سے بھری ہوئی تھیلیاں ہدیے کے طور پر پیش کرتے اور آپ اُن کو نچوڑتے، تو اُن سے خون رستا، آپ فرماتے: "لوگوں کا خون چوستے ہو اور مجھے آ کر ہدیہ دیتے ہو"۔ توحید اور خدا خوفی اُن کی ذات و صفات کا جوہرِ کامل تھا، وہ اپنے صاحبزادے حضرت سید عبدالوہاب کو وصیت فرماتے ہیں:

"ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور خدا کے سوا کسی کے خوف کو دل میں جگہ نہ دو۔ اپنے نفس کی مرغوبات اور ضروریات کو اللہ کے سپرد کر دو، اُس کے سوا کسی سے آس نہ لگاؤ، صرف اُسی پر بھروسا کرو، سب کچھ اُسی سے مانگو، اللہ کے سوا کسی پر تکیہ نہ کرو، کیونکہ یہی دین کی اساس ہے، جو دل کا تعلق خالق کے ساتھ قائم کر لے، مخلوق اُس کے تابع ہو جاتی ہے"۔

(روزنامہ دنیا، 17 دسمبر 2018ء)